

شاہ جی! کچھ یادیں کچھ باتیں

..... یہ ۱۹۵۹ء کے اواخر کا ذکر ہے! ان دنوں میں روزنامہ کوہستان (اب مرحوم) ملتان میں بطور سب ایڈیٹر کام کر رہا تھا۔ کوہستان ملتان سے ۲۱ اپریل ۱۹۵۹ء کو جاری کیا گیا۔ میرے استاذ محترم جناب اقبال زبیری (جو روزنامہ مشرق کے چیف ایڈیٹر اور چیف ایگزیکٹو کے عہدہ پر کئی سال فائز رہنے کے بعد اب ریشٹر ہو چکے ہیں) کوہستان ملتان کے ریڈیڈنٹ ایڈیٹر اور نامور صحافی جناب ایثار راعی (اب ملتان سے شائع ہونے والے روزنامہ "قومی آواز" کے مالک و مدیر اعلیٰ ہیں) کوہستان کے چیف رپورٹر تھے۔

پہلے چند ماہ تو نیا اخبار نکالنے کی باؤ میں گزر گئے۔ جب ذرا سکون ہوا تو ملتان شہر پر زیادہ توجہ دینے کا آغاز ہوا۔ کبھی کوئی علاقہ، کبھی کوئی بازار، کبھی کوئی محلہ ہم لوگوں کی "سیرگاہ" بنتا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ صبح تقریباً دس بجے ایثار راعی صاحب تیار ہو کر نکلنے کے موڈ میں تھے۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے تو بولے آج اسیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملنے کا قصد ہے۔

میں شاہ جی کے نام اور کارناموں سے واقف تھا۔ لاہور میں اپنی تعلیم کے دوران شاہ جی کی تقریریں سن چکا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ ملت کا یہ نقیب اعظم ملتان کے کس گوشہ میں فروکش ہے۔ شاہ جی چند سال سے عملی زندگی سے گویا ریشٹر ہو چکے تھے اور ذیابیطس اور بعض دوسرے امراض کے باعث گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے۔ قبل ازیں وہ خان گڑھ میں مقیم رہے تھے۔ شاہ جی کا نام سن کر میرے دل میں بھی تحریک آزادی کے اس شعلہ بیاں مقرر کی زیارت کا شوق ابھرا اور میں نے ایثار صاحب سے درخواست کی کہ اگر وہ چند منٹ رک جائیں تو میں بھی ان کے ساتھ شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے تیار ہو جاؤں۔

"چل چھیتی کر" (چلو جلدی کرو) ایثار راعی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میرے کمرے میں ہی بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگے۔ ان دنوں روزنامہ امروز (اب مرحوم) اوز نوائے وقت بھی ملتان سے نکل آئے تھے۔ نوائے وقت ابھی تک ملتان سے نکل رہا ہے۔ اور پھل پھول رہا ہے۔

میں نے جلدی جلدی شیعہ کیا، لباس تبدیل کیا اور ایثار صاحب کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ ان دنوں کوہستان کا پورا عملہ حسن پروانہ کالونی کی ایک کوٹھی میں رہتا تھا جو دو منزلہ تھی۔ ہم اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ گھر سے نکلے اور پرانے شہر سے ڈیرہ اڈہ کی طرف جانے والی سرگرم پر آکر تانگہ پکڑا اور شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ کوئی بیس منٹ بعد ہم محلہ ٹبی شیر خان پہنچے۔

ٹبی شیر خان ملتان شہر کے شمال مشرقی کونے میں واقع ایک پسماندہ سا محلہ تھا۔ اگرچہ ۳۵ برس کے

شب و روز نے سیری اس دور کی یادوں پر کافی گرد ڈال دی ہے لیکن میرے ذہن کے پردے پر آج بھی بعض تصاویر بڑی روشن ہیں جسے میں شاہ جی کی خدمت میں حاضری کی سعادت کا پر تو تصور کرتا ہوں۔ بات ہو رہی تھی ٹی شیر خان کی۔ یہ پختہ، نیم پختہ اور کچے مکانوں کا ملغوبہ ساحلہ تھا۔ شاہ جی جس مکان میں مقیم تھے وہ بھی ایک حام سانیم پختہ مکان تھا۔ مکان سے کچھ دور ہی ہم تانگہ سے اتر گئے

کوئی ڈیڑھ دو سو قدم چلنے کے بعد ہم شاہ جی کے ڈیرہ پر تھے۔ یہ یاد نہیں کہ شاہ جی کو ہم نے اپنی آمد کی اطلاع کس طرح پہنچائی ہاں یہ یاد ہے کہ اجازت ملنے پر ہم مکان کے اندر داخل ہوئے۔ بیرونی دروازے سے چند قدم پر ہی بائیں طرف وہ چھوٹی سی نیم پختہ کوٹھری (بیٹھک) تھی جس میں برصغیر کی اقلیم خلافت کا بے تاج بادشاہ آرام فرما رہا تھا۔

شاہ جی کوٹھری کے ایک طرف، مشرق و مغرب کے رخ حام سے بستر پر آرام فرما تھے۔ ایثار راعی صاحب کا شاہ جی سے خاص تعلق تھا۔ کوٹھری میں ایثار راعی پہلے اور میں بعد میں داخل ہوا۔ ایثار صاحب کو دیکھ کر اور ان کے سلام کے جواب میں "و علیکم السلام" کہتے ہوئے شاہ جی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر سلام کیا۔ ایثار صاحب نے میرا تعارف کرایا تو شاہ جی نے مسکراتے ہوئے دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے شاہ جی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ میں ایک پینڈو ہوں اور گاؤں کے رہنے والوں کی مخصوص کیفیات (بلکہ عادات) سے اب تک پہچا نہیں چھڑا سکا۔ اور آج سے ۳۵ برس قبل۔۔۔۔۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں۔۔۔۔۔ میں نے جھک کر دست بوسی کی مگر انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور میرے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا "بیٹھو بیٹھو"

اس کے بعد بھی میں ایثار صاحب کی رفاقت میں کئی بار شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کبھی کوئی سوال کرنے کی توجہ نہ ہوتی ہاں ان کی باقاعدہ کو غور سے سننا رہتا۔ ایثار صاحب کے ساتھ شاہ جی ملک کی صورت حال اور سیاست پر بھی باتیں کرتے۔ کبھی کبھار شاہ جی اپنے احوال بھی بیان کرتے اور اس بات پر دکھ کا اظہار کرتے کہ بعض لوگ جو ان کے طفیل معاشرے میں معزز بنے پھرتے ہیں، ان کو ملنے تک نہیں آتے۔

ان دنوں شاہ جی کو تنہائی کا دکھ کھائے جا رہا تھا۔ ذیابیطس کا مرض بھی زوروں پر تھا اور بعض دیگر عوارض بھی، لیکن لاکھوں کے مجھے کو مہسوت کر کے بٹا دینے والا یہ شعلہ نوا خلیفہ تنہائی کے دکھ سے زیادہ کسی اور تکلیف کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ایک بار تو انہوں نے لہجہ زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا جب تک یہ بولتی تھی سہمی آگے چھپے پھرتے تھے مگر اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ جی خاموش ہو گئے تنہائی کا گہرا دکھ ان کے چہرے سے عیاں تھا اور کبھی بات یہ ہے کہ شاہ جی کی کوٹھری بھی غم میں ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

ایک دن ہم گئے تو شاہ جی خوشگوار موڈ میں تھے۔ غالباً مرض میں کچھ افادہ تھا۔ ذیابیطس کا ذکر بھی کیا اور

فرمایا کہ اس مرض میں مبتلا افراد کو جاسن کھانے چاہئیں۔ وہ خود بھی جاسن کھا کر فارغ ہوئے تھے جو شاید ان کے کسی عقیدت مند نے بھجوائے تھے۔ خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے ہوئے شاہ جی نے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق بعض پتے کی باتیں کھیں۔ ان کی ایک بات جو آج تک میرے دل پر نقش ہے وہ یہ ہے کہ ”جب کسی دوست سے ملنے جاؤ، لباس خواہ کیسا بھی ہو، منہ خوب دھو کر اور بال سنوار کر جاؤ کہ دوست تمہارے چہرے کو سب سے پہلے دیکھتا ہے اور شگفتہ چہرے کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اسے آپ کے لباس وغیرہ سے کم ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن جب کسی دشمن سے ملاقات کے لئے جاؤ تو لباس اچھا اور خاص طور پر جو تاجک دائرہ صاف ستھرا پہن کر جاؤ کہ دشمن سب سے پہلے آپ کے پاؤں کو دیکھتا ہے۔ شاہ جی کے اس فلسفے کا مجھے کئی بار عملی تجربہ ہوا اور میں نے اسے سچ پایا۔

شاہ جی نے ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز تیسرے پہر اس بے مثال خطیب اور شعلہ نوا مقرر کی نماز جنازہ غالباً ایمرسن کالج کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ جنازہ میں دو لاکھ کے لگ بھگ انسان شریک تھے۔ بہت سے لوگ جن میں حضرت شورش کاشمیری بھی شامل تھے، زار و قطار رو رہے تھے۔ شاہ جی کو جلال باقری قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اتنا بڑا جنازہ ملتان کی تاریخ میں اس سے قبل اور اس کے بعد دیکھنے میں نہیں آیا۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۳۴ء میں شاہ جی۔ نے ملتان میں معراج النبی ﷺ کے ایک عظیم جلسہ سے جو بارخ لائنگ خاں میں منعقد ہوا خطاب کیا۔ محقق رسول ﷺ میں ڈوب کر شاہ جی نے جو تقریر کی ہوگی اس کا حال سنانے والا اب شاید کوئی ہو، لیکن مشہور ہے کہ شاہ جی کی تقریر سن کر جلسہ میں شامل ایک مجذوب نے نعرہ مستانہ بلند کیا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ملتانی زبان میں کہا ”سید! اٹھ اٹھائیں دفن تھیں“ (اے سید زادے، خدا کرے تو یہیں دفن ہو، اور مجذوب کی یہ دعا ربّی بعد قبول ہوئی اور ملتان کی مٹی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ بیسویں صدی کا یہ فقید المثال اور عظیم خطیب موصوف ہے۔

سید عبدالحمید عدم (مرحوم) نے شاہ جی کی وفات پر ایک حیرت انگیز نظم لکھی۔ اس کے آخری دو اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ادا	کر	کے	فرض	اپنی	خدمات	کا
سر	دم	جاگا	ہوا	رات	کا	کا
اید	کے	نگر	کو	روانہ	ہوا	ہوا
مکمل	سفر	کا	فسانہ	ہوا	ہوا	ہوا

